حسن کا سرچشمہ اور منبع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۹؍جون ۱۹۷۹ء بمقام مسجد احمدیہ اسلام آباد)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:-

اِنِّیۡ تَوَکَّلۡتُ عَلَی اللّٰہِ رَبِّیۡ وَ رَبِّکُمۡ ؕ مَا مِنۡ دَآبَّۃٍ اِلَّا ہُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِہَا ؕ اِنَّ رَبِّیۡ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ○ (ھود:۵۷)

پھر حضور انور نے فرمایا:-

یہ خطبہ پچھلے خطبہ کے مضمون کے سلسلہ میں ہی ہے۔ ہم احمدی مسلمان اس اللہ پر کامل ایمان رکھتے ہیں جسے قرآن کریم میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کی ذات کو جس طرح بیان کیا گیا اس پر ہمارا ایمان ہے اور اس کی صفات کو جس طرح پیش کیا گیا، ان صفات پر ہمارا ایمان ہے۔

ہمارا اللہ ہمارا معبود ہے۔ ہمارا محبوب ہے اور ہمارا مطلوب ہے۔ ہم یہ ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس غرض سے پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ ساری صلاحیتیں عطا کیں جن کے نتیجہ میں وہ خدا تعالیٰ کی صفات کا رنگ اپنی صفات اور صلاحیتوں پر چڑھا سکتا ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی عبادت کا سزاوار ہے۔ صرف وہی ہے جس کی عبادت کرنی چاہیئے اس رنگ میں کہ اس کے ہر حکم کو مان کر جو حکم کہ ہماری صلاحیتوں کی نشوونما ہی کے لئے ہمیں دیا گیا ہے، ہم اس کے رنگ میں رنگین ہو جائیں اور وہ ہمارا رب بڑا ہی پیارا ہے۔ حسن کا سرچشمہ اور منبع ہے۔ حسن بنیادی طور پر اس چیز کو کہتے ہیں کہ کشش اور جذب ہو، جس چیز میں جذب اور

کشش ہو اس کو حسین کہا جاتا ہے۔ گلاب کا پھول تر و تازہ جب کھلتا ہے تو وہ انسان کو اپنی طرف کھینچتا ہے اسی طرح ہر حسن جو خدا تعالیٰ نے اس جہان میں پیدا کیا وہ انسان کو اپنی طرف کھینچنے والا ہے اور حسن کا سرچشمہ اور منبع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور ہر غیر اللہ کا حسن یا نور جو ہے وہ خدا تعالیٰ ہی کا عطا کردہ ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بھی بیان کیا ہے قرآن کریم میں کہ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (النور:۳۶) اور پیار کرنے والا بھی ہے اسی طرح جس طرح چاہتا ہے کہ ہم اس سے پیار کریں۔ بڑا پیار کرنے والا ہے۔ سب سے زیادہ پیار خدا تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ ساری دنیا کو آپ کے لئے بدل دیا اس معنی میں کہ تمام پہلے انبیاء جو تھے علیحدہ علیحدہ ان کی امتیں تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں ان کی تعلیموں کا حسن اکٹھا کر دیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اور قوت احسان میں تمام انبیاء کے حسن و احسان کو اکٹھا کر دیا اور زائد دیا یہ بتانے کے لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے یہ کائنات پیدا کی گئی ہے۔ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ۔ (موضوعاتِ کبیر حرف اللام) اگر الٰہی منصوبہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ہستی کی پیدائش نہ ہوتی تو اس کائنات کو بھی پیدا نہ کیا جاتا۔

پس یہ خدا ہمارا پیارا بھی ہے، ہم سے پیار کرنے والا بھی ہے اور ہمارا مطلوب بھی ہے۔ ہم سے پیار کرنے والا ہے اس شرط کے ساتھ کہ ہم اس کی طرف رجوع کریں ہم اس کی طرف بڑھیں۔ جو صراط مستقیم اس نے اپنے تک پہنچنے کے لئے تجویز کی ہے اس صراط مستقیم پر چل کر ہم اس کی رضا کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ صرف اس پر ہم توکل کریں کسی اور پر ہمارا توکل نہ ہو۔ صرف اسی کو ہم زندہ اور زندگی بخش سمجھیں کسی اور سے اپنی زندگی اور بقا کے لئے مانگیں نہیں۔ کسی کی احتیاج اپنے دل میں محسوس نہ کریں۔

اِنِّیْ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ رَبِّیْ وَ رَبِّکُمْ (هود:۵۷) اس آیت میں فرمایا کہ جس اللہ پر میں توکل کر رہا ہوں، وہ میری ربوبیت بھی کر رہا ہے اور تمہاری ربوبیت کے بھی اس نے سامان پیدا کئے ہیں۔ میری ربوبیت کر رہا ہے میں اس پر توکل کرتا ہوں۔ تمہاری ربوبیت کے سامان اس نے پیدا کئے ہیں تمہیں اس پر توکل کرنا چاہیئے اور ہر دوسری چیز کو نظر

انداز کر دینا چاہیئے۔ بھول جانا چاہیئے۔ چھوڑ دینا چاہیئے۔

تَوَكَّلْتُ اس پہ میں کرتا ہوں علیٰ وجہ البصیرت اور جانتا ہوں کہ دنیا کی کوئی طاقت اگر وہ مجھ سے پیار کرے، اگر وہ مجھے اپنی حفاظت میں لے لے، اگر وہ میری ڈھال بن جائے تو مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا (ھود:۵۷) ہر جاندار اس کی گرفت میں ہے۔ کوئی اس سے اس کی گرفت سے آزاد نہیں ہے۔ مگر جیسا کہ پچھلے خطبہ میں میں نے بتایا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشیر اور نذیر ہیں مومن اور کافر کے لئے۔ یہاں بھی شرط لگائی ہے۔ توکل کا نتیجہ تب ظاہر ہوتا ہے جب انسان صراطِ مستقیم پر گامزن ہو اور بھٹکے نہیں دائیں یا بائیں۔ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (ھود:۵۷) صراطِ مستقیم وہ راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف لے جانے والا ہے۔ خدا تعالیٰ کو تو اس راستہ کی ضرورت نہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف لے جانے والا ہے۔ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ کے معنی یہ ہیں کہ وہ راہ سیدھی، وہ صراطِ مستقیم جو خدا تعالیٰ تک پہنچاتی ہے اس صراطِ مستقیم پر خدا تعالیٰ کھڑا ہوا ہے انعام و اکرام کرنے کے لئے اپنے ان بندوں کو جو اس راہ پر چل کر اس کی تلاش کرتے ہیں۔ تو جو صراطِ مستقیم پر نہیں اُس کے لئے انذار ہے۔ جو صراطِ مستقیم سے بھٹکتے نہیں اور خدا تعالیٰ کی ان راہوں کو اختیار کرتے ہیں جو اس کی رضا کی جنتوں کی طرف لے جانے والی ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے انعام اور اس کی رحمتوں کے وارث بنتے ہیں۔

پھر ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝ (الرعد:۲۳) جنہوں نے اپنے رب کی رضا کی طلب میں ثابت قدمی سے کام لیا اس طرح پر کہ اس کے حکموں کو بجا لائے، نماز کو عمدگی سے ادا کیا اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے چھپ کر بھی اور ظاہر بھی ہماری راہ میں خرچ کیا اور وہ لوگ جو بدی کو نیکی کے ذریعہ سے دور کرتے رہتے ہیں، بدی کے مقابلہ میں بدی نہیں کرتے، گالی کے مقابلہ میں گالی نہیں دیتے، ظلم کے مقابلہ میں ظلم کی راہوں کو اختیار نہیں کرتے اور اس طرح ظلم کے

تسلسل کو بڑھانے میں حصہ دار نہیں بنتے بلکہ بدی کو نیکی کے ذریعہ سے دور کرتے رہتے ہیں۔

یہ ایک ایسا بنیادی اصول ہے یا ایک ایسا بنیادی حکم ہے یا انسانوں میں ایک ایسی بنیادی صفت پیدا کرنے کا طریق بتایا گیا ہے کہ جس کے ذریعہ سے ظلم اور بدی کا جو چکر ہے اسے کاٹ دیا جاتا ہے اور بند کر دیا جاتا ہے اور ظلم کا دروازہ جو ہے وہ کھلا نہیں رہتا بلکہ اس کو ہمیشہ کے لئے بند کر کے اور ظلم کے چکر کو ختم کر دیا جاتا ہے۔تو وہ لوگ جو بدی کو نیکی کے ذریعہ سے دور کرتے رہتے ہیں انہی کے لئے اس گھر کا اور گھر کا ذکر اگلی آیت میں ہے جنتوں کا ذکر جس میں ابدی نعمتیں ہیں، بہترین مقام ان کو ملے گا، بہترین مقام کیونکہ جیسا کہ میں نے پہلے اشارۃً ابھی بتایا وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ یہ بنیادی چیز ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بہترین مقام کا حق دار بناتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو رب سمجھتے ہوئے، اس کی ربوبیت کو علیٰ وجہ البصیرت جانتے ہوئے، اس اللہ، رب کی رضا کی طلب میں ہمیشہ رہتے ہوئے ثابت قدمی سے کام لینے والے، ہمیشہ اس کوشش میں رہنے والے ہیں کہ کسی طرح ہمارا رب ہم سے راضی ہو جائے۔ یہ بنیادی چیز ہے باقی تمام احکام اسلام کے اسی بنیادی مقصود کے حصول کے لئے دیئے گئے ہیں۔ نمازیں پڑھنا، ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کا، اس کے بندوں کی خیر خواہی چاہنا، ظلم کے مقابلہ میں ظلم نہ کرنا، گالی کے مقابلہ میں گالی نہ دینا، ظلم کے مقابلہ میں نیکی کرنا اور گالی کے مقابلہ میں دعائیں دینا تا کہ خدا تعالیٰ راضی ہو جائے، یہ تمام تفاصیل ہیں احکام کی جو ایک مقصود کے حصول کی طرف نشاندہی کرنے والی ہیں اور وہ مقصود یہ ہے کہ کسی طرح ہمارے رب کی رضا ہمیں حاصل ہو جائے۔ اس طلب میں وہ ثابت قدم رہتے ہوئے خدا تعالیٰ کے ہر حکم پر چلتے ہیں اور اس طرح پر وہ جنت کے اعلیٰ مقام پر اپنی اپنی استعداد کے مطابق پہنچا دیئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے، کیونکہ وہ انعامات جو ہیں وہ نہ ختم ہونے والی اخروی زندگی سے تعلق رکھنے والے نہ ختم ہونے والے انعامات ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل شاملِ حال نہ ہو تو اس چھوٹی سی زندگی کی محدود کوششیں ان غیر محدود انعامات کا عقلاً اور منطقی لحاظ سے کسی کو وارث نہیں بناتیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہی ہے جو انسان کو ابدی نعمتوں کا وارث بنا دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑا رحم کرنے والا، بڑا پیار کرنے والا ہے۔

پس میں بتا یہ رہا ہوں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر جسے اسلام نے، جسے قرآن کریم نے، جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیم میں اور اپنے اسوہ میں پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ ہمارا معبود ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا محبوب ہے۔ وہ ہمارا مقصود و مطلوب ہے اور اللہ تک پہنچانے والے، اللہ کی رضا کی راہوں کو ہم پر ظاہر کرنے والے ہمیں وہ راہیں دکھانے والے، پیار کے ساتھ ہمیں خدا تعالیٰ کی طرف لے جانے والے ہمارے پیارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

چونکہ ہم خدا تعالیٰ کی رضا کے طالب ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ ہم سے راضی ہو اور ابدی انعامات کا ہمیں وارث بنائے اور ہم اس کی پیاری آواز کو اپنی اس محدود زندگی میں بھی ساری ان بشارتوں کے ساتھ سنیں جو اس نے دی ہیں اور مرنے کے بعد بھی وہ اپنی رضا کی جنتوں میں ہمیں داخل کرے اور اس گروہ میں ہم شامل ہوں جن کے متعلق فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ (الرعد: ۲۵) کہا گیا ہے اس پہلی آیت میں جو میں نے پڑھی تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر پیار کیا اپنے رب سے کہ کسی انسانی زندگی میں وہ پیار اپنے رب کے لئے ہمیں نظر نہیں آتا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر عظیم صلاحیتوں اور استعدادوں کے ساتھ جسمانی قوتوں کے ساتھ بھی اور روحانی قوتوں اور صلاحیتوں کے ساتھ بھی آئے۔ بنی نوع انسان کی طرف کہ اس قدر قوتیں اور صلاحیتیں اللہ تعالیٰ نے کسی اور کو عطا نہیں کی تھیں۔ بہت ساری یہ میں کر جایا کرتا ہوں مختصراً باتیں کیونکہ بہت سارے شیطانی وساوس جو ہیں وہ حل ہو جاتے ہیں اگر ہم اس بات کو سمجھیں۔

جس قدر صلاحیتیں اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیں اَور کسی انسان کو نہیں دیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان سب صلاحیتوں کو جس قدر نشوونما کرنے کی توفیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دی اتنی کسی انسان کو جو طاقتیں ملی تھیں ان کی نشوونما کے لئے توفیق نہیں ملی، ہمیں نظر نہیں آتی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر بڑی روشنی ڈالی ہے کہ کامل نمونہ تو تب بن سکتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ جب ہر انسان کے ہر قسم کی زندگی کے ماحول سے ملتے جلتے ماحول میں سے آپ کو گزرنا پڑتا۔ آپ نے مظلومانہ زندگی بھی گزاری، آپ نے محکومانہ زندگی بھی گزاری، یعنی اَور بادشاہ تھے۔ کسی اور کی بادشاہت میں رہے مکی زندگی میں۔ آپ نے

غریبانہ زندگی بھی گزاری، آپ نے مسکینی کی زندگی بھی گزاری، آپ ایک وقت تک اکیلے تھے اور اس معنی میں کہ گھر والے بھی نہیں پہچانتے تھے، پھر یتیمی کی زندگی بھی گزاری اور آپ نے عیال داری کی زندگی بھی گزاری۔ آپ ایسے ماحول میں سے بھی گزرے کہ آپ کے سارے ہی لڑکے فوت ہوگئے اور صرف بچیاں اولاد میں سے بچیں۔ باپ بھی بنے اچھے باپ، بہترین باپ اور صدمہ بھی اٹھایا اور ہر انسان کے لئے ایک نمونہ پیدا کر دیا۔ پھر آپ صاحبِ دولت بھی بنے۔ ساری دنیا کی دولتیں آپ کے قدموں میں اور آپ کے ماننے والوں کے قدموں میں خدا تعالیٰ نے لا کے رکھ دیں۔ اُس وقت کی دنیا کی ساری دولتیں سمٹ سمٹا کے کسریٰ کے خزانوں اور قیصر کے خزانوں میں تھیں اور اس وساطت سے پھر وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں کے قدموں میں کسریٰ کے خزانے بھی آ کے ڈال دیئے گئے اور قیصر کے خزانے بھی اور جو نمونہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبِ دولت وثروت ہونے کے زمانہ کے لئے اپنے صحابہ کے سامنے پیش کیا تھا اس کی دو مثالیں آپ کو دے دیتا ہوں، بھری پڑی ہے ساری تاریخ۔

حضرت ابو ہریرہؓ ایک نہایت ہی غریب اور مسکین انسان۔ کئی دفعہ بھوکے بھی رہتے۔ کئی وقت کا فاقہ آپ پہ گزر جاتا، ظاہر نہیں کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اشارۃً کبھی کہہ دیتے تھے کہ دیر سے کھانا نہیں ملا۔ ان کو قیصر کا رومال بادشاہ سلامت کا ملا۔ اب انہوں نے فخر سے اپنے سر پہ نہیں باندھا بلکہ رومال لے کے اس میں تھوکا اور کہا خدا کی شان ہے کہ جسے روٹی کھانے کو نہیں ملتی تھی آج اسے قیصر کا، کسریٰ کا رومال تھوکنے کے لئے مل گیا۔ تو کسریٰ کا رومال کوئی فخر کا باعث نہیں تھا ان کے لئے۔ فخر کی بات یہ چیز تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آج یہ دن بھی ان کو دیکھنا نصیب ہوا اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ۔ جب یہ خزانے آتے حضرت عمرؓ نے ترجیحی فہرستیں صحابہ کی بنائی ہوئی تھیں ان کے مقام کے لحاظ سے ان کا حصہ رسدی مالِ غنیمت سے بانٹ دیا کرتے تھے۔

ایک موقع پر حضرت عائشہؓ کے حصہ میں ایک لاکھ سونے کی اشرفی آئی۔ وہ ان کے گھر میں پہنچا دی گئی۔ آپ کی ایک خادمہ تھی اس کو بلایا ان دنوں میں ایک لاکھ کا گننا تو بڑی مشکل بات تھی نا اس لئے تول لیا کرتے تھے۔ تو ایک فہرست بنائی ذہن میں کہ اس طرح میں نے

تقسیم کرنی ہے۔ اتنے سیر اس میں سے فلاں کے گھر بھیج دوں گی اتنے فلاں کے۔ اس کو کہا تکڑی لاؤ۔ تول تول کے اسی کے ہاتھ ان لوگوں کے گھروں میں جن کو حصہ رسدی ملا ہوگا اشرفیاں سونے کی بھجوانی شروع کر دیں اور آخری تول تولا اشرفیوں کا اور بھجوا دیں اور یوں ہاتھ جھاڑتے ہوئے کھڑی ہوگئیں۔ ایک اشرفی بھی اپنے پاس نہیں رکھی۔ خادمہ نے کہا کہ آج کھانے کے لئے کچھ نہیں ہمارے گھر میں، اس کا خیال رکھیں۔ انہوں نے کہا خدا کا نام میرے گھر میں ہے۔ آپ ہی انتظام ہو جائے گا۔ اس کی کیا پرواہ ہے۔

تو صاحبِ ثروت و دولت ہونے کے لحاظ سے بھی ایک اسوہ پیش کیا دنیا کے سامنے۔ اور وہ یہ تھا کہ دولت ملے دولت سے پیار نہ کرنا۔ دولت دینے والے سے پیار کرنا اصل یہ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھی یہی نمونہ ہے۔ انہوں نے کہا دولت دینے والا جب میرے پاس ہے تو دولت کی احتیاج کا خیال میرے ذہن میں کیسے آ سکتا ہے۔

ایک بزرگ کے متعلق آتا ہے کہ وہ کئی ہزار اشرفی کا جبّہ پہن لیتے تھے۔ بڑے بزرگ تھے لیکن وہ جبّے سے پیار نہیں کرتے تھے۔ ایک دن ایک بہت بڑے امیر نے ان کو دعوت دی۔ تو وہ اپنے فقیرانہ لباس میں اس کے محل کی طرف روانہ ہوگئے۔ جس وقت وہ ڈیوڑھی میں پہنچے تو ان کے دربان نے ان کو پہچانا نہیں اس لباس میں۔ وہ کہنے لگا بابا جاؤ یہاں آج تو بڑوں بڑوں کی دعوت ہے۔ کہاں آ گئے ہو آج تم پھر آ جانا کسی وقت۔ وہ سمجھا کہ مانگنے کے لئے کوئی آ گیا ہے۔ یہ چلے گئے واپس اور انہوں نے وہی ہزارہا پاؤنڈ کی اشرفیوں کا جبّہ پہنا۔ پھر آئے اور بڑے جھک کے سلام کیا اس دربان نے اور بڑے عزت و احترام کے ساتھ اس نواب صاحب کے پہلو میں جا کے ان کو بٹھا دیا۔ وہی ان کا مقام تھا۔ جب کھانا سامنے رکھا گیا تو انہوں نے آرام سے اپنا وہ قیمتی جبّہ کا کنارہ لے کے شوربے کے پیالے میں ڈال دیا۔ وہ حیران کہ یہ کیا ہو گیا۔ میزبان کہنے لگا یہ کیا کیا آپ نے؟ اس نے کہا کہ تم نے میری دعوت تو نہیں کی جبّے کی کی ہے۔ پہلے میں غریبانہ لباس میں آیا تھا تمہارے دربان نے مجھے واپس کر دیا۔ پھر میں یہ جبّہ پہن کے آ گیا اس نے مجھے بڑی عزت و احترام کے ساتھ تمہارے پہلو میں لا بٹھایا تو جس کی دعوت کی تم نے اسے میں نے کھلانا شروع کر دیا ہے۔ اصل چیز یہ کہ ہزارہا اشرفی اس جبّے کی

قیمت تھی ان کے دل میں کوئی قیمت نہیں تھی اس کی اور اس کو خراب کر دیا۔ ہمارے ہاں بھی بعض لوگ ہیں نوجوانوں میں مَیں نے بعض احمدیوں کو بھی دیکھا ہے۔ مجھے بڑا دکھ ہوتا ہے۔ ٹھیک ہے اگر خدا نے تمہیں پیسے دیئے ہیں اس کی نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے تم پہنو۔ خدا نے منع نہیں کیا لیکن دوسروں کے حقوق کا خیال رکھو۔ چار سو روپے کا سوٹ پہنا ہوا ہوگا اور ذرا لگ جائے مٹی تو یوں جھاڑ رہے ہوتے ہیں۔ یہ ہے تمہاری زندگی، ایک مومن کی زندگی اس طرح نہیں گزر سکتی۔

بڑی دیر کی بات ہے ایک جگہ لڑائی ہوگئی۔ پارٹیشن سے پہلے کی بات ہے۔ احمدی، احمدی آپس میں لڑ پڑے۔ لمبا قصہ نہیں میں آپ کو سناؤں گا۔ بہرحال ان کے لئے فیصلہ کی کوئی صورت نظر نہیں آئی۔ ہمارے چوہدری فتح محمد سیال مرحوم اللہ تعالیٰ ان کو جزا دے بڑی خدمت کی انہوں نے اسلام کی تو وہ بھی ناکام ہوگئے۔ تو ان دونوں لڑنے والی پارٹیوں کے لیڈروں کو میں نے کہا آؤ میرے ساتھ چلو ذرا۔ اَور اٹھنے لگے میں نے کہا نہیں تم بیٹھے رہو ان کے ساتھ بات کرنی ہے۔ دونوں کو میں نے ایک فرلانگ گاؤں سے باہر لے جا کے تو ایک ہل چلی ہوئی سوہا گہ پھری ہوئی بڑی نرم سی کھیتی تھی وہاں میں چوکڑی مار کے بیٹھ گیا اپنی اچکن اور کپڑوں سمیت اور میں نے کہا میرے سامنے بیٹھو۔ ان سے گلے شکوے سنے اور کوئی آدھے گھنٹے پونے گھنٹے میں وہ سارا فیصلہ کر دیا ان کا۔

تو یہ کپڑے جن کو میسر آئیں، پہنیں الحمد للہ پڑھ کے۔ کوئی نہیں روکتا کسی کو کیونکہ رہبانیت اسلام میں نہیں ہے۔ یہ بھی اسوۂ رسول ہے۔ کئی لوگ اپنے اوپر راکھ مل لیتے ہیں فقیر۔ اس قسم کی عبادتیں اسلام کے اندر نہیں ہیں۔ خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرو لیکن خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی انسان کو بھی دکھ نہیں پہنچنا چاہیئے اور ہر ایک کا خیال رکھو۔ ان کے دکھوں میں شریک ہو۔ اپنے پیسوں سے ان کے دکھوں کو دور کرنے کی کوشش کرو اور پھر حصہ رسدی تمہیں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے وہ تم پہنو جو تمہیں دیتا ہے وہ۔ اس کو استعمال کرو۔ کوئی نہیں روکتا۔

میں اپنی ایک مثال دے دیتا ہوں چھوٹی سی۔ بہت سارے دوست مجھے مثلاً قلم لا دیتے ہیں تحفہ، بڑی قیمتی قلمیں اپنی طرف سے بڑے پیار سے دیتے ہیں۔ تو میں سال میں کوئی پندرہ

بیس پچیس قلمیں کسی غیر ملکی کو جلسہ کے اوپر باہر سے آنے والوں کو، ہوشیار احمدی طالبِ علموں کو، میں بھی آگے بہت پیار سے دیتا ہوں اسی طرح میں آگے کر دیتا ہوں اور اپنے پاس وہ قلم رکھتا ہوں جو تیز چلنے والی ہو کیونکہ مجھے بڑا تیز کام کرنا پڑتا ہے نا۔ اگر میں کہوں آپ کے بہت سارے آپ میں سے سمجھ ہی نہیں سکیں گے میں اس پندرہ منٹ میں ایک ہزار خط کے اوپر دستخط کر جاتا ہوں۔ اور اگر قلم نہ چلنے والی ہو میرے ہاتھ میں، ٹٹو جو چلتا ہی نہیں تو مجھے بخار چڑھ جاتا ہے تو وہ بس میری قلم ہے۔ باقی میں دیتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں میرے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ بڑی قیمتی دوائیں لے آتے ہیں لوگ باہر سے۔ میں سوچ میں پڑ جاتا ہوں کس شخص، کس بیمار کے لئے خدا نے میرے پاس یہ دوائی بھیجی ہے۔ پھر وہ بیمار بھی آ جاتا ہے کوئی ایک دو دن کے اندر پھر میں اس کو آگے کر دیتا ہوں۔

تو یہ خدا تعالیٰ نے ہمیں بھائی چارہ کے بندھنوں میں باندھ دیا ہے۔ ایک خاندان بنا دیا اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ ایک طرف ہم خدا تعالیٰ کے شکر گزار بندے بنیں۔ خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہوں۔ ثابت قدمی کے ساتھ اس کی رضا کی طلب میں لگے رہنے والے اور خدا تعالیٰ کی جنتوں کو پانے والے اور دوسری طرف جس کے بغیر خدا تعالیٰ راضی نہیں ہوتا اس کی مخلوق کا خیال رکھنے والے، ان کے دکھوں کو دور کرنے والے، ان کی غلطیوں کو معاف کرنے والے بنیں۔ یہ جو گالیاں سن کر دعا دو یہ غلطیوں کو معاف کرنا ہی ہے نا۔ پا کے دکھ آرام دو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی، سارے آپ پر ایمان لانے والے جنہوں نے آپ کے طفیل خدا تعالیٰ کی رضا کے بڑے درجات حاصل کئے ان کی زندگیاں اس سے معمور ہیں۔

بہر حال یہ ضمنی باتیں میں نے جماعت کی تربیت کے لئے اس وقت کہی ہیں، بتا میں یہ رہا ہوں اسی کے ساتھ ہی تعلق ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم پیار کرتے ہیں۔ وہ ہمارے محبوب ہیں، ہمارے مطاع ہیں۔ ہم ان کی اتباع کو فرض جانتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اگر ہمیں توفیق عطا کرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر چلنے کی تو خدا تعالیٰ کا یہ بے حد و شمار احسان سمجھتے ہوئے سجداتِ شکر اس کے حضور بجالاتے ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کہا گیا ہے، سب سے زیادہ خدا تعالیٰ کے نور کا جلوہ ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں، یہ وہی ہے اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہی کی ہے تفسیر کا ایک حصہ۔

’’وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسان کامل کو۔ وہ ملایک میں نہیں تھا۔ نجوم میں نہیں تھا۔ قمر میں نہیں تھا۔ آفتاب میں بھی نہیں تھا۔ وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا صرف انسان میں تھا یعنی انسان کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید و مولیٰ، سیدالانبیاء سید الاحیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سو وہ نور اس انسان کو دیا گیا اور حسبِ مراتب اس کے تمام ہمرنگوں کو بھی یعنی ان لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے ہیں‘‘۔ (آئینہ کمالاتِ اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۱۶۰، ۱۶۱)

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (اٰلِ عمران:۳۲) والا ہے نا یہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرنگ ہیں وہی نور خدا تعالیٰ کا حسبِ مراتب ان کو بھی ملا۔ پھر فرماتے ہیں:-

’’اور یہ شان اعلیٰ اور اکمل اور اتم طور پر ہمارے سید ہمارے مولیٰ ہمارے ہادی نبی امی صادق مصدوق محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی تھی‘‘۔

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۱۶۱، ۱۶۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ سے انتہائی پیار کرنے والے بھی تھے اور خدا تعالیٰ کا انتہائی پیار پانے والے بھی تھے۔ ہمارا یہ ایمان ہے اور شان ہے یہ آپ کی کہ اللہ تعالیٰ نے صرف ایک انسان کے لئے یہ سامان پیدا کیا کہ آدم سے لے کر قیامت تک اس کی بزرگی اور اس کی شان کے نشانوں کے طور پر ہزارہا نشان بنی نوع انسان کو دکھائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی حوالے لئے ہیں۔ پہلے جو انبیاء گزرے آپ سے ان میں سے بہتوں کے نام

تو تاریخ نے یاد نہیں رکھے بنی اسرائیل کے انبیاء کے نام تاریخ نے یاد رکھے۔ تو آپ نے حوالے لئے ہیں تورات کے کہ تورات کہتی ہے کہ اس کا آنا That Prophet کے نام سے ذکر کیا گیا ہے وہ وہ نبی۔ کیونکہ اس کی ذات کے متعلق ابھی کچھ نہیں جانتے وہ۔ لیکن اس کی شان کے متعلق جانتے ہیں۔ اس کا آنا خدا کا آنا یہ تورات میں لکھا ہے یعنی ایک ہی آدمی ہے۔ آدم سے لے کے قیامت تک اس کی عظمت اور اس کے جلال کا اظہار جو ہے وہ کیا گیا۔ اس کی عظمت اور اس کے جلال کو ظاہر کیا گیا پہلے انبیاء پر اور یہ بھی آتا ہے پہلے نوشتوں میں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے خدا! تو مجھے بھی جو اس امت میں ایک بزرگ پیدا ہونے والا ہے مجھے وہ بنا۔ تو خدا نے کہا نہیں وہ اس کی امت میں سے ہوگا جو اس کی کامل اتباع کرے گا وہی وہاں تک پہنچے گا۔ تمہارے پاس تو پوری روشنی ہی نہیں پہنچی ابھی تک۔ پوری تعلیم نہیں ابھی ملی۔ قرآن کریم کا ابھی نزول نہیں ہوا وغیرہ وغیرہ۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ یہ میں ایک دو حوالے پڑھنا چاہتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب ہم ایمان لائے۔ جب ہم نے دعویٰ کیا کہ ہم آپ سے پیار کرتے ہیں۔ آپ ہمارے محبوب ہیں۔ جب ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کا پیار حاصل ہوتا ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کس رنگ میں ہم پر ظاہر ہوئی آپ کے ایک روحانی فرزند کے ذریعے سے۔

”میں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہاء معلوم نہیں ہوسکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔

وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذریتِ شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا، وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحیدِ حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے اس آفتابِ ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اُسی وقت تک ہم منور رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں''۔

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۱۸، ۱۱۹)

پھر حضور فرماتے ہیں:۔

''اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو! اور اے تمام وہ انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو! میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے۔ اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں''۔

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۴۱)

تو ایک طرف ہم اس خدا پر ایمان لاتے ہیں جو قرآن کریم نے پیش کیا۔ جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے رکھا۔ جس سے آپ نے اس رنگ میں محبت کی کہ ہمارے لئے وہ محبت بھی اسوہ بن گئی اور جس خدا سے آپ نے اس رنگ میں پیار حاصل کیا کہ ہمارے دلوں

میں بھی ایک لگن لگی کہ ہم بھی اپنے پیارے خدا سے اپنی استعداد اور طاقت کے مطابق اسی قسم کا پیار حاصل کریں۔ ہم خدا کی ذات اور اس کی صفات پر کامل ایمان رکھتے اور سوائے خدا کے کسی پر توکل نہیں رکھتے اور سوائے خدا کے کسی کی خشیت ہمارے دل میں نہیں صرف خدا کی خشیت ہمارے دل میں ہے۔ اسی پر ہمارا بھروسہ ہے اور یہ سب کچھ ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل حاصل ہوا۔ اس لئے ہمارے دلوں میں ہمارے سینوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سمندروں کی طرح موجزن ہے لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ سمندر ہمارے سینوں کے سمندروں کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے کیونکہ جس سینہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت موجزن ہو اور خدا تعالیٰ کا پیار جو ہے وہ موجیں لے رہا ہو اس کے مقابلے میں ان مادی سمندروں کی کیا حقیقت ہے اور ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی پیار کرتے ہیں کیونکہ ہمیں یہ پتا ہے، یقین ہے، ہمیں یہ معرفت حاصل ہے، ہم علیٰ وجہ البصیرت اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنا ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرنا اور آپ کے فدائی بننا اور آپ کے غلاموں میں شامل ہونا ضروری ہے۔ جو آپ سے حاصل نہیں کرتا جیسا کہ ابھی آپ نے حوالوں میں سنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان کے، وہ خدا تعالیٰ سے تھوڑے سے تھوڑا پیار بھی حاصل نہیں کرسکتا بڑے سے بڑا رتبہ تو علیحدہ رہا کیونکہ خدا تعالیٰ نے یہ اعلان کردیا کہ اگر میری محبت حاصل کرنا چاہتے ہو اپنی اپنی استعداد کے مطابق بڑی محبت یا چھوٹی محبت، تھوڑی یا بڑی محبت فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اعلان کردو۔ میری اتباع کرو گے تو خدا کا پیار حاصل کرسکو گے۔ ہم علیٰ وجہ البصیرت اس ایمان پر قائم ہیں اور دنیا کی کوئی طاقت ہمیں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ، نہ ہماری کسی طاقت کے نتیجہ میں دنیا کی کوئی طاقت ہمیں اس مقام سے پرے نہیں ہٹا سکتی۔ جو منہ میں آتا ہے کسی کے، کہے آپ کو کیا فکر؟ آپ کو تو یہ فکر ہونی چاہیئے کہ وہ جو آپ کے پہلو میں کھڑا ہے اپنے وعدہ کے مطابق، وہ آپ سے پیار کرنے والا ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو آپ کی اپنی کسی غفلت یا کوتاہی کے نتیجہ میں۔ اگر اس کا پیار آپ کو حاصل ہے تو کسی اور سے آپ کو غرض کیا اس رنگ میں۔ غرض ہے ایک اور رنگ میں کہ آپ ان کے خیر خواہ ہیں۔ آپ ان کے دکھوں کو دور

کرنے والے ہیں۔ یہ تعلق تو ہے آپ کا ان کے ساتھ۔لیکن یہ کہ وہ کچھ کہیں اور آپ گھبرا جائیں یا پریشان ہوجائیں یا آپ غصہ میں آجائیں یا آپ اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکیں یہ احمدی کا مقام نہیں اور خدا کے فضل سے دنیا کے حالات نے اور دنیا کی تاریخ نے دنیا کو بتایا کہ احمدی اپنے اس دعویٰ میں سچے ہیں۔ ۱۹۵۳ء کے فسادات ہوئے۔ ۱۹۷۴ء کے فسادات ہوئے۔ اس وقت مجھے ایک ہی فکر لگی ہوئی تھی یعنی بعض دفعہ میں ساری ساری رات نہیں سویا۔ بہت نہیں سویا مختلف وجوہات کی بنا پر۔ بہت راتیں نہیں سویا لیکن بعض دفعہ اس وجہ سے بھی نہیں سویا کہ کوئی نوجوان ہمارا عدم تربیت کے نتیجہ میں ایسا کام نہ کر بیٹھے جو جماعتِ احمدیہ کے مقام سے ہٹ کے کر رہا ہو وہ اور بدنامی ساری جماعت کی ہو لیکن خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ دنیا کوئی ایک مثال بھی نہیں پیش کرسکتی۔

میں ایسے اشخاص کو بھی جانتا ہوں کہ جن کے پاس اپنی جان کی حفاظت کے لئے مادی طاقت موجود تھی۔انہوں نے جان دی خدا تعالیٰ کی راہ میں لیکن مادی طاقت کے استعمال سے فتنہ وفساد کو ہوا نہیں دی اور کئی دفعہ میں سنا چکا ہوں دو ہمارے نوجوان مبلغ ایک سفر کر رہے تھے وہ تیس چالیس آدمی بس کے انہوں نے وہ مکے اور چپیڑیں ان کو مارنی شروع کیں کوئی آٹھ دس بارہ میل کے سفر میں۔ منہ سوجھ گیا۔گردن فٹ بال بنی ہوئی۔ خیر ان کے پہنچنے سے پہلے مجھے رپورٹ پہنچ گئی۔ بعد میں ان میں سے ایک آیا میرے پاس۔تو دکھ اٹھانا آپ کے لئے یہ میری فطرت کا ایک حصہ ہے لیکن اس کا اظہار خدا کی منشا کے مطابق کرنا، یہ میرا فرض ہے اور اس کو میں ادا کرتا ہوں۔ جب ان میں سے ایک مجھے ملنے آیا منہ سوجھا ہوا گردن سوجھی ہوئی تو میں نے مسکرا کے اس سے بات کی۔ میں نے کہا دیکھو یہ جو تمہارے ورم آئی ہوئی ہے یہ عارضی ہے۔ میرے منہ سے اس وقت نکلا خدا نے میری بات پوری کر دی کہ ۴۸ گھنٹے کے اندر اندر یہ سوجھن، یہ ورم جاتی رہی لیکن جو ہماری بشاشت ہماری خوشی ہے وہ تو ان مٹ ہے، وہ تو ہم سے کوئی نہیں چھین سکتا۔ ہم خوش اس لئے ہیں کہ ہمیں خدا تعالیٰ نے کہا خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ غلبہ اسلام کا موسم آ گیا۔موسم بہار آ گیا اسلام کے لئے۔ جب اسلام کے نام پر ہماری خوشیاں ہیں تو ہمیں یہ دنیوی چیزیں اور دکھ جو ہیں یہ ہماری خوشیاں اور مسکراہٹیں کیسے

چھین سکتے ہیں۔ میں نے کہا جا کے مسکراؤ۔ بھیج دیا میں نے۔ ویسے میں جانتا ہوں کہ وہ مسکراتے ضرور ہوں گے لیکن لوگ یہی سمجھتے ہوں گے کہ یہ رو رہے ہیں یعنی چہرہ پر ورم آئی ہوئی تھی۔ اس نوجوان کے ذہن پر میری بات کا اتنا اثر کہ گھڑی دیکھ کے ٹھیک ۴۸ گھنٹے بعد میرے پاس آیا دوبارہ اور کہنے لگا کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ آپ کو دکھاؤں کہ میری ورم چلی گئی۔ گردن بھی اب متورم نہیں اور چہرہ بھی نہیں اور ٹھیک آپ نے کہا تھا کہ ہم تو اس لئے خوش ہیں کہ اسلام کے غالب آنے کے دن آئے۔ خدا تعالیٰ اپنی نعمتوں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی قوت قدسیہ کے نتیجہ میں جو بنی نوع انسان کو اپنے فضلوں اور رحمتوں کے احاطہ میں لینے کا سامان کر رہا ہے۔ اس واسطے ہم خوش ہیں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ مسکراتے رہو اور خوش رہو اپنے خدا سے۔ تو ہماری تو یہ خوشیوں کے دن ہیں۔ ہم خوش ہیں اور یہ جو دنیوی روکیں ہیں یہ تو انگریزی کا محاورہ ہے! Pin Pricks یعنی ایک سوئی چبھو دی کسی کو، Pin چبھو دیا کسی کو۔ کاغذ بھی لپیٹتے ہیں کئی دفعہ انگلی کو میرے بھی چبھ جایا کرتا ہے تو کیا یہ Pin Pricks ہمیں اپنے راستہ سے ہٹا دیں گے؟ یہ لوگ اپنا کام کرتے رہیں۔ ہمارا کام یہ ہے کہ ہم خدا سے کہیں کہ اے خدا! جو کچھ کر رہے ہیں ان سے غصہ نہ ہونا یہ پہچانتے نہیں تیرے منصوبہ کو۔ اس واسطے تو ایسا سامان پیدا کر دے کہ جو تیرا منصوبہ ہے اسے پہچاننے لگ جائیں۔ ہمیں اپنے لئے کچھ نہیں چاہیئے۔ مجھے تو اپنے لئے کچھ نہیں چاہیئے اور جتنی مرضی قسمیں دلوا دو اس پر اور مجھے یقین ہے کہ آپ کو اپنے لئے بھی کچھ نہیں چاہیئے۔ ہمیں اپنے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سب کچھ چاہیئے اور ہمیں بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے سب کچھ چاہیئے۔

تو دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کے سامان پیدا کر دے اور گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ خدا نے وعدے کئے ہیں۔ شرطیں لگائی ہیں۔ آپ شرطیں پوری کرتے چلے جائیں ایمان کے عمل صالحہ کی۔ قرآن کریم کی آیات بھری ہوئی ہیں اس کے ساتھ۔ خدا تعالیٰ نعمتوں سے آپ کو نوازتا چلا جائے گا اور بڑی دعائیں کریں کہ وہ دن جلد آئے جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار کا اور خدا تعالیٰ کی توحید کا جھنڈا ہر گھر پہ لہرانے لگے۔ خدا ایسے سامان پیدا کر دے۔ آمین۔

(از رجسٹر خطبات ناصر غیر مطبوعہ)